مکاتیب

(۱)

محترم مدیر الشریعہ زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو!

مئی کے شمارہ میں ڈاکٹر عرفان شہزاد کا مضمون بعنوان ''جہادی بیانئے کی تشکیل میں روایتی مذہبی فکر کا کردار'' پڑھنے کا موقع ملا، پڑھ کر یہی لگا کہ ڈاکٹر صاحب نے تحقیق کے نام پر ایک طرفہ مضمون لکھا ہے، یعنی ان کے ذہن ومزاج نے پہلے ہی طے کر لیا ہے کہ مدارس اور نصاب کو عسکریت پسندی کا ذمہ دار ٹھہرانا ہے تو اسی لحاظ سے ثبوت وشواہد اکٹھے کئے۔

انہوں نے جس منطق سے مدارس کے نصاب کو مورد الزام ٹھہرایا ہے، بعینہ اسی منطق سے قرآن وحدیث پر بھی یہ الزامات عائد کئے جا سکتے ہیں اور مختلف لوگ عائد کرتے ہی رہتے ہیں، کبھی یہ بات چلتی ہے کہ قرآن کی آیات جہاد نکال دی جائیں، کبھی یہ موقف سامنے آتا ہے کہ قرآن مسلمانوں کو غیر مسلموں سے بہتر تعلقات کے لیے روکتا ہے، تو کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ پوری دنیا میں شدت پسندی اور بم دھماکوں کے لیے قرآن ذمہ دار ہے، ڈاکٹر صاحب اور ایسے لوگوں کے موقف میں اصولی طور پر کوئی فرق نہیں، بس اتنا ہے کہ انہوں نے براہ راست قرآن وحدیث کو مورد الزام ٹھہرایا اور ڈاکٹر صاحب نے کرم کرتے ہوئے مدارس اوران کے نصاب پر نزلہ گرایا، کیا ڈاکٹر شہزاد صاحب کے لیے یہ مناسب نہ تھا کہ وہ مدارس اور دیگر شخصیات کو بیچ میں لانے کے بجائے ڈائرکٹ قرآن وحدیث کو ہی اس کا ذمہ دار ٹھہراتے؟ آخر کو جہاد کا حکم قرآن میں ہے، تکرار کے ساتھ ہے، واضح الفاظ میں ہے، حدیث میں اس کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں، جہاد سے جی چرانے والوں کے لیے وعیدیں ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے مختلف کتابوں سے جہاد کے حکم پر مشتمل تحریریں تو پیش کر کے اپنا موقف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مدارس اوراس کا نصاب جہاد وعسکریت پسندی کے ذمہ دار ہیں؛ لیکن ان کی تحقیق کی خیانت اس سے واضح ہوتی ہے کہ انہوں نے ان تمام نصوص سے- جو فقہ وحدیث کی کتاب میں جہاد کی شرائط کے لیے مندرج ہیں- بالکلیہ صرف نظر کر لیا ہے، جس شخص نے بھی کتب حدیث وفقہ اور قرآن کریم کی آیات جہاد کی تفسیریں پڑھی ہیں، وہ بخوبی جانتا ہے کہ جہاد کی کچھ شرائط ہیں، کچھ پابندیاں ہیں، کچھ حدود وآداب ہیں، ان کی رعایت کے بغیر اگر کوئی جہاد کا نام

لے کر کسی قسم کی کارروائی کرتا ہے تو وہ خود ملزم ہے نہ فقہ کی کوئی کتاب اور نہ کوئی مدرسہ، لیکن ڈاکٹر صاحب کی تحقیق دیکھ کر ایک مزاحیہ مصرعہ یاد آ رہا ہے۔

ہم طرفدار ہیں غالب کے سخن فہم نہیں

یہ ایک عجیب وغریب طرز عمل ہے جو ایک تسلسل سے جاری ہے اور دانشور حضرات ہر وقت اس کی جگالی کرتے رہتے ہیں کہ معاشرے میں برائی بڑھ گئی، علماء ذمہ دار ہیں، ان کو اس کے حل کیلئے کوشش کرنی چاہئے، شدت پسندی بڑھ گئی ہے، علمائکو کوشش کرنی چاہئے، عسکریت پسندی بڑھ گئی ہے علماء اس کیلئے ذمہ دار ہیں، معیشت کی حالت خستہ ہے تو علماء کا دقیانوسی سوچ کہ سود حرام ہے، اس کے لیے ذمہ دار ہے، غرضیکہ ہر مسئلہ کی جڑ ان کو مولوی اور علماء میں نظر آتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب ہر مسئلہ کا حل علماء کی ذمہ داری ہے تو یہ پروفیسر، ڈاکٹر اور دانشور حضرات کس مرض کی دوا ہیں؟ کیا ان کی زندگی کا مقصد پیٹ سے شروع ہو کر پیٹ پر ختم ہو جاتا ہے؟ کیا ان کی معاشرہ اور سماج کے حوالے سے کوئی ذمہ داری نہیں ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو وہ اپنے بھائی بندوں کو اس جانب متوجہ کیوں نہیں کرتے، کیا ان کی ارشاد ونصیحت کا سارا پٹارہ مولویوں کے لیے مخصوص ہے؟

ایک عالم کی ہمارے معاشرے میں کیا حیثیت ہے؟ اس سے ہر صاحب نگاہ ونظر واقف ہے، کچھ چند اور الا ماشاء اللہ مثالیں چھوڑ کر علماء کی اکثریت کس مپرسی کا شکار ہے، قلیل تنخواہیں، کام کا بار گراں، فرصت کے لمحات نہایت کم، اس کے بالمقابل ہمارے ڈاکٹر پروفیسر اور دانشور کہلانے والوں کا جائزہ لیجئے، تنخواہیں بھاری بھرکم، کام کم، تعطیلات کی طویل فہرست، ہر قسم کی فارغ البالی اور ہر قسم کے وسائل سے لیس، اس سب پر ہر قسم کے معاشرتی اور سماجی مسائل کی ذمہ داری علماء کی ہے، دانشور حضرات بالکل فارغ البال ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو دانشور حضرات علماء کو مسائل کا ذمہ دار ٹھہرا کر اس سے مسائل کے حل کی کوشش کے لیے فرمان جاری کرتے ہیں، وہ مولویوں کی بات کتنی مانتے ہیں؟ مولوی کہتا ہے کہ مذہب پر عمل کرو، وہ کہتے ہیں کہ مذہب پرائیویٹ معاملہ ہے، مولوی کہتا ہے کہ سود مت لو، وہ کہتے ہیں کہ سود معیشت کے لیے ضروری ہے، مولوی کہے گا کہ فحاشی وعریانیت ختم کی جائے، وہ کہتے ہیں کہ یہ انسانی حقوق کی بات ہے، ہر شخص کو اختیار ہے کہ وہ جتنا جسم دکھانا چاہے دکھائے، مولوی کہے گا کہ شرعی قوانین ملک میں نافذ کئے جائیں، وہ کہتے ہیں کہ وہ چودہ سو سال پرانی بات ہو چکی، مولوی کہے گا کہ ظاہری وضع قطع دینداروں کا سا بناؤ، وہ کہتے ہیں کہ اسلام دل میں ہوتا ہے، ڈاڑھی میں نہیں۔ غرضیکہ دانشور حضرات کا قبلہ مولویوں سے ایک سو اسی ڈگری الٹ ہوتا ہے۔

پھر بھی ان کو یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں

آپ پہلے مولویوں کی بات مانئے، پھر مولویوں سے اس کا شکوہ کیجئے کہ وہ مسائل کے حل کے لیے قدم نہیں اٹھاتے۔ یہ طرفہ تماشا بھی خوب ہے کہ مولویوں کی بات بھی نہیں مانتے اور مولویوں سے مسائل کے حل کے لیے کوشش کرنے کے لیے بھی کہا جائے۔